(غلام گردش)

کیا سادگی اختیار کرنا جرم ہے؟

جوس باندے (Joyce Bande) ملک کی پہلی خاتون صدر بن چکی تھی۔ملاوی کی صدر۔ایسا ملک جو غربت اور افلاس کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا۔روز سینکڑوں لوگ غذا نہ ملنے کی وجہ سے لقمہ اَجل بن جاتے تھے۔ہزاروں بچے دوائیوں کی کمیابی کی بدولت مرنے پر مجبور ہو رہے تھے۔جوس کافی عرصے سے سیاست میں تھی۔اوسط درجے سے تعلق رکھنے والی خاتون ہونے کی بدولت معاشرے کی ہر ناانصافی اور ظلم دیکھ چکی تھی۔خاوند کے گھریلو تشدد سے لیکر سیاسی عدم برداشت، ہر منفی ظلم کا شکار رہی تھی۔نچلے درجے سے سیاست شروع کی اور آہستہ آہستہ ترقی کرتی گئی۔جب صدر بننے کا اعلان ہوا، تو دارالحکومت سے کافی دور ایک اور شہر میں تھی۔اعلان کے فوراً بعد ملاوی کے دارالحکومت پہنچنا تھا۔نزدیکی ایئر پورٹ پر اسے سرکاری جیٹ لینے کیلئے موجود تھا۔سرکاری جہاز میں بیٹھی۔دارالحکومت پہنچی، حلف اُٹھایا اور صدر بن گئی۔جوس کے دل میں کانٹے کی طرح عام لوگوں کی بدحالی، غربت اور تنگ دستی چبھ رہی تھی۔سیاہ رنگت کی بھاری بھرکم خاتون صدر تو بن چکی تھی مگر سمجھ نہیں آرہا تھا کہ پیچیدہ معاملات کو کس جگہ سے حل کرنا شروع کرے۔ملک مکمل طور پر ورلڈ بینک اور دیگر مالیاتی اداروں کے پاس گروی رکھا جاچکا تھا۔سابقہ صدر نے بے دریغ قرض لےکر پورے ملک کو قرضوں کے بوجھ نیچے غرق کر ڈالا تھا۔کوئی بھی بین الاقوامی ادارہ ملاوی کو ایک دھیلہ دینے کیلئے تیار نہیں تھا۔اس صورتحال میں کیا کرنا چاہیے، یہی وہ سوال تھا جو جوس کے ذہن پر کوڑے برسا رہا تھا۔ملک کی ایک فیصد اشرافیہ تمام دولت کی مالک بن چکی تھی۔انکے محل، گاڑیاں، جہاز اور زندگی گزارنے کے بیش بہا طریقے دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ننانوے فیصد لوگ کیڑے مکوڑوں کی طرح زندگی گزار رہے تھے۔کیڑے مکوڑوں کی بھی شائد کوئی وقعت ہوتی ہے۔دیکھا جائے تو ہمارے ملک کا بھی یہی حال ہے۔قحط صرف ایک وجہ سے نہیں ہے کہ یہ ایک زرعی ملک ہے۔اگر غذا پیدا کرنے والا ملک نہ ہوتا، تو آج صورت ملاوی سے بھی بدتر ہوتی۔

صدر جوس باندے نے اپنی سرکاری زندگی کا پہلا فیصلہ کیا۔اخراجات میں کمی کی جائیگی۔یہ اسکا سیاسی بیان نہیں بلکہ روح کی آواز تھی۔ہماری طرح کا کوئی رٹا رٹایہ بیانیہ نہیں بلکہ یہ اسکے اندر کا فیصلہ تھا۔ضمیر کا اَٹل فیصلہ۔اس نے سیکرٹری کو بلایا۔حکم دیا کہ ایک غریب ملک کی صدر ہونے کی حیثیت سے اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ سفر کیلئے قیمتی سرکاری جہاز استعمال کرے۔لہذا جہاز فی الفور بیچ دیا جائے۔سیکرٹری نے ادب سے گزارش کی کہ ایک دم خریدار تلاش کرنا بہت مشکل ہے اور صدر کی مصروفیات کے مدِنظر سرکاری جہاز کی ضرورت بھی ہے۔صدر جوس باندے نے سٹاف کو ڈانٹتے ہوئے حکم دیا کہ جہاز فوری طور پر فروخت کر دیا جائے۔حکم کا دوسرا حصہ بھی بہت عجیب تھا۔فروخت سے جتنے پیسے وصول ہوں، اس تمام کا غلہ خریدا جائے۔جہاں جہاں لوگ بھوک سے مر رہے ہیں، فی الفور وہاں غذا پہنچائی جائے۔کوئی قصہ عرض نہیں کر رہا۔آج سے صرف چار سال پہلے کا سچا سیاسی واقعہ بیان کر رہا ہوں۔جہاز کو فوری طور پر فروخت کرنے کا انتظام کیا گیا۔جنوبی افریقہ کے ایک امیر تاجر نے طیارہ اپنے ذاتی استعمال کیلئے خرید لیا۔جتنے پیسے وصول ہوئے، تمام رقم کا فوری طور پر نزدیک ترین ممالک سے غلہ خریدا گیا۔ہنگامی بنیادوں پر غلہ کو قحط زدہ علاقوں میں پہنچا دیا گیا۔جوس کے بروقت فیصلے سے

سینکڑوں انسانی جانیں بچ گئیں۔ ہزاروں لوگوں کو ایک وقت کا کھانا نصیب ہو گیا۔ مگر مسئلہ ابھی حل نہیں ہوا تھا۔

جوس کو قصر صدارت میں منتقل ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔ سابقہ صدر بنگو متاریکا (Bingu Mutarika) انتہائی عجیب وغریب عادات کا مالک تھا۔ ایک شوق دنیا کی قیمتی ترین گاڑیاں جمع کرنا تھا۔ سو کے قریب مہنگی ترین گاڑیاں محل میں کھڑی کی ہوئیں تھی۔ باہر جانے کیلئے ہر روز گاڑی بدلتا تھا۔ اپنے کپڑوں کے رنگ کی بیش قیمت گاڑی میں بیٹھتا تھا۔ مرسیڈیز، رولز رائس، بی ایم ڈبلیو اور دیگر کمپنیاں صدر بنگو کیلئے پسندیدہ رنگ کی گاڑیاں بناتی تھیں۔ ذہن میں ہونا چاہیے کہ دنیا کے غریب ترین ملک ملاوی کا ذکر کر رہا ہوں۔ چین، امریکہ یا لندن کی بات نہیں کر رہا۔ ویسے ان ممالک کے صدر اور وزراء اعظم سوچ بھی نہیں سکتے کہ انکے پاس سو کے قریب سرکاری گاڑیاں ہوں، جنہیں وہ اپنے لباس کے حساب سے تبدیل کریں۔ امریکہ کا صدر تو ایک لحاظ سے ہر وقت بے رحم احتساب کی گرفت میں رہتا ہے۔ حالیہ شائع شدہ تصویروں میں باراک اوباما کی بیٹی کو دکھایا گیا ہے۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں چند ڈالر کمانے کیلئے واشنگٹن کے ایک عام سے ریسٹورنٹ میں ویٹریس کا کام کر رہی تھی۔ چھٹی ملنے کے بعد گھر واپس جانے کیلئے عام مسافر بس کا انتظار کر رہی تھی۔ گھر یا منزل وائٹ ہاؤس تھا اور والد دنیا کا طاقت ور ترین آدمی۔ ہمارے جیسے ملکوں میں تو یہ سادہ سی باتیں الف لیلیٰ کی کہانیاں نظر آتی ہیں۔ بات صدر جوس اور سابقہ صدر بنگو کی ہو رہی تھی۔ جوس اپنے سابقہ صدر کے قیمتی شوق کو جانتی تھی۔ ہفتے کے بعد دوبارہ اپنے سٹاف کو بلایا۔ حکم دیا کہ صدارتی گیراج کا معائنہ کرنا چاہتی ہے۔ سٹاف نے گزارش کی کہ اسے جو بھی گاڑی استعمال کیلئے چاہیے، فی الفور حاضر کر دی جائیگی۔ صدر جوس نے سبز رنگ کی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ خوش کرنے کیلئے فوری طور پر سبز رنگ کی رولز رائس حاضر کر دی گئی۔ مگر یہ سب کچھ اسکی اجازت سے نہیں ہوا تھا۔ جب گیراج کی انسپکشن کیلئے نکلی تو رولز رائز دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ سٹاف نے عرض کی کہ پرانے صدر تو بالکل یہی کرتے تھے۔ جس رنگ کے کپڑے، اسی رنگ کی گاڑی۔ صدر جوس نے قیمتی ترین گاڑی میں بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ پیدل ہی گیراج کی طرف روانہ ہو گئی۔ پندرہ منٹ پیدل چلنے کے بعد گیراج پہنچ گئی۔ وہاں پہنچ کر گاڑیاں دیکھیں تو ششدر رہ گئی۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ ایک غریب ملک کے صدر کے استعمال کیلئے سرکاری گاڑیاں ہیں۔ محسوس ہوتا تھا کہ دنیا کے امیر ترین بادشاہ یا شہنشاہ کیلئے شاہی سواریوں کا اژدہام ہے۔ گیراج میں ہر گاڑی کو احتیاط سے دیکھا۔ انکی تعداد سو کے لگ بھگ تھی۔ کونسا قیمتی برانڈ تھا، جسکی گاڑی وہاں موجود نہیں تھی۔ ایسی بھی مرسیڈیزیں موجود تھیں، جو بالکل نئی تھیں۔ انکو استعمال کرنے کی باری ہی نہیں آئی تھی۔ صدر کا سٹاف پریشان تھا کہ جوس کیا کر رہی ہے۔ اکثر کا خیال تھا کہ اپنے عزیزوں، اہل خانہ، سیاسی دوستوں اور رشتہ داروں کیلئے گاڑیاں منتخب کر رہی ہے۔ تاکہ جب تک صدر ہے، انکو بھی سرکاری خرچ پر خوب مزے کروائے۔ سٹاف کا قیافہ بالکل غلط تھا۔ اگر ہمارا ملک ہوتا، تو صدر جوس کے سٹاف کا اندازہ بالکل ٹھیک ہوتا۔ یہاں تو اقتدار کو استعمال ہی اپنے پیاروں کو مزے کروانے کیلئے کیا جاتا ہے۔ جتنا بڑا سرکاری یا سیاسی عہدہ، اتنی ہی مراعات کو تقسیم کرنے کی درجہ بندی۔ خیر صدر جوس نے سٹاف کو حکم دیا کہ تمام گاڑیاں نیلام کر دی جائیں۔ نیلامی میں اسکے خاندان کا کوئی فرد، رشتہ دار یا دوست حصہ نہیں لیگا۔ سٹاف کیلئے یہ حکم انتہائی غیر مناسب تھا۔ اتنی قیمتی سرکاری گاڑیاں اور نیلامی۔ یہ تو صدر کے عہدے کے ساتھ بھی زیادتی ہے۔ سمجھے کہ صدر جوس اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہے، باولی ہو گئی ہے۔ سب سے معتمد افسر نے ہاتھ باندھ کر کہا کہ آپ

اپنا فیصلہ واپس لیں کیونکہ سفر کیلئے ان قیمتی گاڑیوں کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ جوس نے دوبارہ تحکمانہ لہجے میں حکم کا اعادہ کیا۔ سوکی سو گاڑیاں نیلام کی جائیں اور حصول شدہ رقم سے قحط زدہ لوگوں کے کھانے پینے کا انتظام کیا جائے۔ صدر کے اٹل فیصلہ سے مجبور ہو کر تمام کی تمام گاڑیاں نیلام کر دی گئیں۔ پوری دنیا سے تاجر اور خریدار آئے۔ پیسے دیے اور گاڑیاں لے گئے۔ صدر کیلئے صرف ایک معمولی سی گاڑی کا انتظام کیا گیا۔ صدر کے حکم کے مطابق تمام رقم سے غلہ خریدا گیا اور فوری طور پر قحط زدہ علاقوں میں پہنچا دیا۔

اسکے بعد، صدر جوس نے اپنے فنانس سنٹر کو بلایا اور دریافت کیا کہ بحیثیت صدر اسکی سرکاری تنخواہ کتنی ہے۔ فنانس سنٹر سمجھا کہ صدر اپنی تنخواہ بڑھانے کا سوچ رہی ہیں۔ تنخواہ بتانے کے بعد لجاجت سے مشورہ دیا کہ یہ بہت کم ہے، لہذا سالانہ تنخواہ کو دگنا کر دینا چاہیے۔ صدر جوس شدید غصہ میں آ گئی۔ حکم دیا کہ صدر کی سالانہ تنخواہ کو فی الفور آدھا کر دیا جائے۔ اسکے ساتھ ساتھ وزراء کی تنخواہ کو بھی نصف کر دیا جائے۔ صدر کو غصے میں دیکھ کر فنانس منسٹر رفو چکر ہو گیا۔ احکامات کے مطابق بشمول صدر تمام سیاسی عہدوں پر فائز لوگوں کی تنخواہ آدھی کر دی گئی۔ تمام انقلابی اقدامات کا نتیجہ یہ نکلا، کہ صدر جوس تقریباً دس لاکھ انسانوں کی زندگیاں بچانے میں کامیاب ہو گئی۔ اسکے عظم و ہمت کو دیکھ کر تمام دنیا کے مالیاتی اداروں اور حکومتوں نے اپنے خزانوں کے مونہہ کھول دیے۔ مگر صدر جوس نے انتہائی کم غیر ملکی امداد قبول کی۔ اپنے دو سال کے دور حکومت میں عوام پر آسانیوں کے دروازے کھول دیے۔ اس نے ذاتی مالی قربانیاں دیں۔ سادگی کی مثال قائم کی اور قوم اسکے ساتھ کھڑی ہو گئی۔ ملاوی بہت جان لیوا قحط سے واپس نکل آیا۔

اب اپنے ملک پر نظر ڈالیے۔ انتہائی سفاکی سے ہماری ہر حکومت قرضوں پہ قرضے لیے جاتی ہے۔ قرضوں کا اصل بوجھ کتنا ہے۔ مستند اعداد کسی کے پاس نہیں۔ بین الاقوامی اداروں کے سربراہ ہمارے ملک میں قدم رکھنا پسند نہیں کرتے۔ مگر ہم فقیروں کی طرح دوبئی اور دیگر ممالک میں بھیک مانگنے چلے جاتے ہیں۔ قرض دینے والے، ہمارے حکام کے کے بیش قیمت کپڑے اور زیرِ استعمال گاڑیاں دیکھ کر ششدر رہ جاتے ہیں۔ ورلڈ بینک کے اہلکاروں کے کپڑے، ہماری شاہی خلعتوں سے انتہائی کم دام کے ہوتے ہیں۔ لگتا یوں ہے کہ ہم امریکہ، چین، ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کو قرضے دینے جا رہے ہیں۔

آزادی سے لیکر آج تک آپ ہمارے گورنر جنرل، صدور، وزراء اعظم اور وزراء اعلیٰ کے سرکاری اللے تللوں کو دیکھیں تو کلیجہ مونہہ کو آتا ہے۔ ہر مقتدر شخص پہلے سے بھی بڑا سرکاری ہوائی جہاز خریدنا فرض سمجھتا ہے۔ دنیا کی قیمتی ترین گاڑیاں سرکاری گیراجوں میں موجود ہیں۔ انکی مجموعی مالیت کا کوئی اندازہ تک نہیں لگا سکتا۔ جاہ پسندی اس درجہ ہے کہ بادشاہ بننے والا شخص کروڑوں نہیں بلکہ اربوں روپے کی نئی گاڑیاں خریدنا اولین فرائض میں شمار کرتا ہے۔ یہاں کوئی ایسا سیاسی یا غیر سیاسی قائد نہیں جو سرکاری ہوائی جہاز اور سینکڑوں بیش قیمت سرکاری گاڑیاں نیلام کر کے تمام پیسہ عوام کی صحت اور تعلیم پر صَرف کر دے۔ جو اپنی مراعات اور تنخواہ کو خیر باد کہہ کر حقیقت میں عوام کے دکھ درد میں شامل ہونے کی اصل کوشش کرے۔ پر نہیں۔ ہمارے عظیم ملک میں سادگی کا صرف اعلان کیا جاتا ہے۔ یہاں سادہ رہنے پر کوئی بھی آمادہ نہیں، نہ خواص اور نہ ہی عوام! ایسے لگتا ہے کہ ہمارے ملک میں سادگی اختیار کرنا سنگین جرم ہے!

راؤ منظر حیات